ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.2(2024)
(April to June)

فہمیدہ ریاض کے ناولوں میں سیاسی، سماجی اور تاریخی شعور کی پیشکش

Presentation of political, social and historical consciousness in Fahmida Riaz's novels

تسلیم جمیل
ملتان، پنجاب، پاکستان
ڈاکٹر عذرا پروین
ایسوسی ایٹ پروفیسر / صدرِ شعبہ اُردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

Tasleem Jamil
Multan, Punjab, Pakistan
Dr. Azra Parveen
Associate Professor, Head of Urdu Department, The Women University, Multan

Abstract:
Fahmida Riaz, a renowned Urdu writer, is celebrated for her bold and revolutionary literary work that explores political, social, and historical consciousness. Her literature, marked by strong political undertones and deep social consciousness, reflects the complex socio-political landscape of South Asia. Riaz's work is characterized by its unflinching portrayal of societal issues, particularly gender inequality and patriarchy, and its emphasis on resistance and the struggle for freedom. Her narratives, often set against the backdrop of historical tensions between India and Pakistan, urge readers to reflect on their societies' political dynamics. Riaz's novels serve as a mirror to the struggles and aspirations of the people of South Asia, providing timeless and relevant insights. Her legacy continues to inspire new generations to engage with their times' pressing issues with courage and conviction.

Keywords: Fahmida Riaz, Urdu Literature, Political Consciousness, Social Consciousness, Historical Consciousness, Gender Inequality, Patriarchy, Resistance

فہمیدہ ریاض کا شمار اردو ادب کے نامور شعراء، سفر نامہ نگار، خاکہ نگار اور ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کی تمام تحریروں میں تانیثیت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ عورت کو ہر جگہ اہمیت دیتی ہیں۔ عورت کا مرد کے ساتھ باپ، بھائی، بیٹے اور شوہر کا تعلق تو ہے لیکن اس رشتے کی بجائے اپنی پہچان خود بنائے۔ کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ عورت اپنا الگ وجود رکھتی ہے اسی لیے معاشرے میں ایسی عورتیں پیدا کرنا چاہتی ہیں جو مردوں کے بنائے ہوئے قوانین پر چلنے کی بجائے سر اٹھا کر ان کی نفی کر سکے۔ ان کا یہ رجحان ان کی شاعری، افسانوں حتیٰ کہ ناولوں میں بھی نظر آتا ہے۔ یکے بعد دیگرے ان کے چار ناول "زندہ بہار"، "گودا وری"، "کراچی" اور "قلعۂ فراموشی" منظر عام پر آئے۔ عذرا لیاقت لکھتی ہیں:

> "فہمیدہ ریاض کی اولین شناخت جدید شاعری ہے۔ ان کا شمار ان کے مخصوص جدید شعری آہنگ، انداز فکر، طرزِ احساس، معروضی سچائیوں اور جمہوری رویوں کی بنا پر ان رجحان ساز

شعراء میں ہوتا ہے جنھیں جدید شاعری کے بنیادی ستون قرار دیا جاتا ہے۔ شاعری میں اپنے مخصوص موضوعات، اسلوب اور انقلابی تصورات و اعتقادات کی بنا پر یہ بھرپور تانیثی آواز اپنے قارئین میں بیک وقت مقبول و معتوب قرار پائی۔ بعد ازاں انھوں نے افسانہ و ناول میں شمولیت کے ذریعے بھی ادب کے قاری کو اپنی طرف متوجہ کیا۔"(۱)

تانیثیت کے علاوہ ان کے ناولوں میں سیاسی، سماجی اور تاریخی شعور کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔ مصنفہ نے ناول مختلف خطوں کے سیاسی، سماجی اور تاریخی واقعات کا بھرپور مشاہدہ کر کے تحریر کیے۔

فہمیدہ ریاض کا پہلا ناول "زندہ بہار" مجلہ "آج" میں شائع ہوا لیکن بعد میں 1996ء میں دستاویز مطبوعات لاہور سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اس وقت اس ناول کو "ایک سفر نامہ، ایک ناول" لکھا گیا۔ ناول میں مصنفہ کی اپنی ذات کا تجربہ بھی موجود ہے۔ اس سے پہلے اس طرح کا تجربہ قرۃ العین حیدر کے ہاں "کار جہاں دراز ہے" میں ملتا ہے۔ فہمیدہ ریاض نے بنگلہ دیش کی سیاحت کے دوران مشرقی پاکستان میں بنگالیوں اور پھر بنگلہ دیش میں رہنے والے بہاریوں کے مسائل کا انتہائی غیر جانبداری سے مشاہدہ کر کے ناول کی صورت میں پیش کیا۔ بنگلہ دیش کے قیام کے محرکات کا معروضی انداز میں تجربہ غیر جذباتی اور روشن خیالی سے کر کے اس نتیجے پر پہنچتی ہیں کہ بنگلہ دیش کا قیام کسی نعرے کے تحت نہیں ہوا بلکہ بنگالیوں کا احساسِ محرومی، اعلیٰ انتظامی امور میں ان کی عدم شراکت، اردو اور بنگلہ زبان کا جھگڑا، بنگلہ دیش میں چار سو پھیلی غربت، ان کا معاشی، مذہبی اور ثقافتی استحصال وغیرہ نے علیحدہ ملک کے قیام کو استحکام بخشا۔ نوے کے دہائی میں بنگال کے مسائل کو دردمندی اور ہمدردی سے پیش کیا۔ اس دور میں دو تحریکیں "الشمس" اور "القمر" نے بنگالی دانشوروں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ جس کا ذکر مصنفہ ناول میں اس انداز میں کرتی ہیں:

"کافی پیتے ہوئے محیط صاحب اداس ہو گئے۔ پھر دھیرے دھیرے بولنے لگے جس رات انھوں نے ایسا کیا میں یہیں تھا۔ بہت سے لوگ کلکتہ چلے گئے تھے، مگر میں نہیں گیا تھا۔ بس اسی رات۔ وہ اپنے موضوع میں ڈوبتے چلے گئے۔۔۔

الشمس اور البدر کے لوگ تھے؟ انھوں نے پوچھا۔ نہیں، صرف البدر کے محیط صاحب نے بتایا۔"(۲)

بہاری جو بنگلہ دیش میں مہاجرین کی حیثیت سے آباد تھے، ان کی کسمپرسی اور نفسیاتی الجھنوں کو پیش کیا۔ بنگالی اور بہاری ہم مذہب ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی ثقافت نہیں اپنانا چاہتے تھے جس کی وجہ سے بہاریوں کو مسائل کا سامنا تھا کیونکہ بہاری بنگلہ دیش کی شہریت قبول نہیں کرتے تھے اور پاکستان میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد وہ بدتر کیمپوں میں مقیم تھے۔ ان کی شب و روز کی مصروفیات دن بھر میں کیڑے مکوڑوں کی طرح روزگار تلاش کرنا اور رات کو جو کچھ ملا سمیٹ کر رہائشی بلوں میں گھس جاتے۔ ان کی کسمپرسی کے علاوہ نفسیاتی الجھنوں کو بھی مصنفہ نے پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ کیونکہ وہ غلاظت کے ڈھیروں پر رہنے کے لیے مجبور تھے اور شہروں میں ان کے بارے میں یہی کہا جاتا کہ جوان لڑکیوں کو کم قیمت پر حاصل کرنے کے لیے آسان ترین ذریعہ بہاریوں کے کیمپ ہیں۔

تعلیم یافتہ بنگالی بظاہر تو بہاریوں کو بنگالی تہذیب و معاشرت میں ضم ہونے کا مشورہ دیتے لیکن خود انھیں کسی بھی صورت قبول نہیں کرتے۔ اس طرح کی صورتحال میں بہاریوں کے تیور خوفناک ہو جاتے اور وہ دانشوروں پر برس پڑتے۔ ان کا خیال تھا کہ بنگالیوں اور بہاریوں کا کچھ بھی ساجھا نہیں:

> "مذہب ایک کافی مضبوط سمبندھ ہوتا ہے۔ پروفیسر خلیق! یہ جملہ اس نے واقعی ٹوٹے ہوئے دل سے کہا تھا۔ بنگالیوں کے لیے بہاریوں کو قابلِ قبول بنانے کی خاطر کوئی بھی جواز جائز ہو سکتا تھا۔ ایسی صورت میں تو مذہب جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تھا۔"(۳)

فہمیدہ ریاض کا دوسرا ناول "گودا وری" مجلہ "آج" میں چھپنے کے بعد 1995ء میں دوست پبلی کیشنز اسلام آباد نے کتابی صورت میں شائع کیا۔ ایک ایسے خاندان کی نفسیاتی الجھنوں اور پیچیدگیوں کو دکھایا گیا ہے جو چھٹیاں گزارنے کے لیے پہاڑی مقامات کا رخ کرتے ہیں۔ وہاں کے باسیوں کے مسائل، ذات پات اور مذہبی عقائد کا سہارا لے کر لوٹنے والے چہروں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ 'کیقباد' اور 'با' کا کردار ایسے مردوں کی عکاسی کرتے ہیں جو اخلاقی طور پر گر چکے ہیں۔ خوبصورت بیوی کی موجودگی میں بھی دوسری عورتوں سے جسمانی تعلق قائم کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ اشا کا کردار ایک ایسی پہاڑن لڑکی کا کردار ہے جو مالی اور نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہے۔ جبکہ بڑکی اور رمیش کے کردار نئی نسل کی عکاسی کرتے ہیں اور اپنے والدین سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو عام طور پر چھپائی جاتی ہیں۔ ماکا کردار فہمیدہ ریاض کا کردار ہے جو ہر جگہ اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھاتا ہے۔ ناول کا نقطہ نظر دونوں ممالک کے رہن سہن، کلچر، بود و باش اور لوگوں کی عادات و رویوں میں اشتراک دکھاتا ہے اسی لیے مصنفہ سرحدوں کی تقسیم اور اس سے پیدا ہونے والے جھگڑوں کی مذمت کرتی ہے۔

ناول میں مرد کو بے حس اور بے وفا دکھانے کے علاوہ ان سماجی برائیوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو سماج کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ جاگیرداروں کے ظلم و ستم، استحصالی رویہ، مٹھی بھر چاولوں کا لالچ دے کر زمین پر قبضہ کرنا، غریبوں کے مال اور عزت غیر محفوظ جیسے حالات سامنے آتے ہیں۔ ناول میں جانو ایسا کردار ہے جس کی خوبصورت بیوی پر ٹھیکیدار کی نظر تھی اور اسی وجہ سے اسے زندہ درگور کر دیا گیا۔ انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں پر بھی ظلم و ستم کیے جاتے۔ پولیس ٹھیکیداروں اور امراء کی خواہش پوری کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی اور غریب عوام کو ظلم و ستم کی چکی میں پیس رہی تھی۔ ڈاکٹر، ٹھیکیدار اور کھاتے دار بھی طاقتوروں کے ہاتھ میں تھے وہ جیسا چاہتے ویسا فیصلہ غریب کو سنایا جاتا:

> "اشا کہہ رہی تھی۔ کوئلہ بنانا یہاں بس وارلیوں کو ہی آتا ہے۔ اب تو نہیں بناتے یہاں
>
> ---
>
> سرکار نے منع کر دیا۔ لیکن میرے چھوٹے ہوتے تک ہم پیڑ کاٹتے تھے۔ ہر رات الائو جلتا تھا۔ بہت بڑا الائو اس میں پورا پیڑ پھینکتے تھے۔
>
> ایک بار۔۔۔ ایک بار تو ایک آدمی کو پھینک دیا تھا۔ آدمی کو؟ کس نے پھینک دیا؟ مانے مسحور سا ہو کر پوچھا۔
>
> کھاتے دار نے، بڈھے نے سادگی سے کہا۔"(۴)

ناول میں "گائے" کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جو ہندوؤں میں "ممتا" کا درجہ رکھتی ہے۔ مسلمان گائے کو سجا کر قربان گاہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہندوؤں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی۔ فہمیدہ خود کلامی کی تکنیک استعمال کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچتی ہیں کہ گائے کے علاوہ قربانی اور بھی بہت سے جانور موجود ہیں ان کا یہی غیر جانبدار رویہ انسانی ہمدردی کی دلیل ہے۔ حمیرا اشفاق لکھتی ہیں:

> "فہمیدہ ریاض ایک صلح پسند طبیعت کی مالک ہیں۔ اس لیے وہ اس طرح کی قیاس آرائیاں کرتی ہیں جن سے انسانیت کو سب سے بڑا مذہب مانتے ہوئے اس کی تکریم کی جائے تاکہ مسلمان ہندو کو کمتر سمجھے اور نہ ہی ہندو مسلمانوں کو اپنے سے کمتر جان کر ان کے حقوق غضب کرے۔"(۵)

ناول کے کردار اپنے ماحول سے مماثلت رکھتے ہوئے قاری کے سامنے آتے ہیں۔ اشا کے رہن سہن اور بول چال کے انداز سے پہاڑی واسیوں کے رہنے سہنے سے والوں کی معلومات ملتی ہیں۔ اس کے برعکس "ما" کے کردار پر شہری نفاست غالب نظر آتی ہے۔ اس ناول کے اسلوب کے متعلق شاہ محمد مری لکھتے ہیں:

> "ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل اس ناول کی زبان بہت ناآشنا، مگر بہت بے باک ہے، مروج سے ہزار گنا زیادہ بے باک، بے باک ترین سے بھی بے باک۔"(۶)

فہمیدہ ریاض کا خود کلامی کے انداز میں لکھا گیا ناول "کراچی" مجلہ "آج" میں پہلی بار دو اقساط میں شائع ہوا۔ اس ناول کی دوسری اشاعت تخلیقات لاہور 1996ء میں کتابی صورت میں کی۔ یہ ناول سندھ اور کراچی کے آشوب کے حوالے سے تحریر کیا گیا۔ مصنفہ نے ناول میں تمام واقعات کو موضوعاتی نام دے کر کہانی بیان کی، جس میں زندگی کے تمام مسائل کو دکھایا گیا ہے۔ ناول میں مختلف کہانیاں موجود ہیں اور ہر کہانی اپنا الگ جہان رکھتی ہے۔ ناول کی کہانی ایک صحافی عورت پیش کرتی ہے۔ جو کراچی کے قتل و غارت اور پر تشدد ماحول سے تنگ آکر برطانیہ کا سفر شروع کرتی ہے۔ جہاز میں موجود ہر مسافر کی اپنی کہانی ہے۔

"میرا وطن ملیر" میں خون آلود شہر کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ فرقہ واریت، سیاسی و نیم سیاسی جماعتوں کے جھگڑے، ایجنسیوں اور مختلف ممالک کے ایجنٹوں کے قتل و غارت اور جو نریزی کی تصویر دکھائی گئی ہے۔ مصنفہ نے فسادات کو دکھاتے ہوئے جمہوریت پر بھی طنز کیا ہے۔ سید مظہر جمیل اپنی تصنیف "آشوب سندھ اور اردو فکشن" میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:

> "میں اس کہانی کو اردو میں نان فنکشنل فکشن کا ایک بہت اچھا اور مؤثر نمونہ سمجھتا ہوں کہ اس میں افتاد، سرگذشت، ماجرا، زمینی حقائق اپنی تمام جہتوں اور سارے سیاق وسباق اور اسلوب و عوامل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور ان کا اظہار سوشل رئیلزم کے مروجہ سانچے میں ممکن نہ تھا کہ سماجی حقیقت نگاری، واقعاتی احوال و کوائف کے بیان سے کہیں زیادہ حقیقت کے التباس کی تشکیل ہوا کرتی ہے۔"(۷)

ناول میں "مسئلے کا حل" ایسا باب ہے جس میں جمہوریت پر طنز کر کے اخبارات کے رویوں کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے۔ جو سنگین مسائل کو فرقہ واریت کا نام دے کر معاملات کو وہیں ختم کر دیتے ہیں۔ مصنفہ کا کہنا ہے کہ سیاسی جماعتیں اپنے مفاد کے لیے کراچی کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔ کلرک کی حادثاتی موت پر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ شیعوں نے سنی سمجھ کر، یا سنیوں نے شیعہ سمجھ

کر ایم۔ کیو ایم حقیقی والا سمجھ کر یا حقیقی والوں نے ایم۔ کیو ایم کا کارکن سمجھ کر قتل کر دیا ہو گا۔ لیکن خود کلامی کی صورت میں دیئے گئے انٹرویو میں یہ بھی واضح کرتی ہیں کہ ہو سکتا ہے پولیس یا رینجر کے ہاتھوں مارا گیا ہو۔

"کراچی" میں فہمیدہ ریاض نے تمام حقائق کو ایک ماہر تاریخ دان اور جغرافیہ دان کی نظر سے مطالعہ کر کے کہانی کی شکل دی۔ شاہ محمد مری اس ناول کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "تشدد ہی تشدد، موت ہی موت اس شہر کا مقدر بن گئے ہیں۔ فہمیدہ نے تو بس جھلک دیکھی تھی۔ اس ناول میں اس نے کراچی کا درد بیان کیا ہے۔ اور بڑے آرٹسٹک انداز میں ایسا کیا ہے۔"(8)

فہمیدہ ریاض کا تاریخی ناول "قلعۂ فراموشی" 2017ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی نے شائع کیا۔ مصنفہ نے مذہبی اور تاریخی مآخذ اور تخیلاتی آمیزش کے بعد کہانی کو پیش کیا۔ "تاریخ طبری"، "عربوں کی تاریخ"، "ایران بعہد ساسانیان"، "قدیم ہند کی تاریخ" اور "تاریخ یہود" جیسی کتب کتب کا مطالعہ کر کے حقیقی حقائق کے بعد تخیلاتی آمیزش کے ساتھ پیش کیا۔ ناول کی کہانی زرتشت مذہب اور مزدک کے گرد گھومتی ہے۔ ان کی مذہبی کتاب "اوستا" میں مذہب کے تین بنیادی اصول نیک گفتار، نیک پندار اور نیک کردار ہیں۔ اس مذہب میں آگ کو پاک سمجھا جاتا۔ لیکن اس سے پہلے لوگ آگ، پانی، چاند اور درختوں کی پوجا کرتے۔ پروفیسر محمد یوسف خان لکھتے ہیں:

> "اہل ایران کے دیوتاؤں کے نام یہ تھے۔ خورشید (سورج)، ماہ (چاند)، آتش (آگ)، آب (پانی)، باد (ہوا)۔"(۹)

اس مذہب کے موبدان اور وزرگان کے لیے گوشت ممنوع تھا۔ ان کا مذہب سادگی کا درس دیتا لیکن ان لوگوں نے آتش کدوں کے سادہ لباس بنوائے ہوئے جبکہ اپنے گھروں میں عیش و عشرت کی زندگی گزارتے۔ ملک میں قحط کے دوران انھوں نے سال بھر کا اناج جمع کر لیا اور غریب عوام فاقوں مرنے لگی۔

ان امراء اور موبدان کی دو قسم کی بیویاں تھیں جنھیں زن پادشائی اور زن چگاری کہا جاتا پھر بھی اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے کسانوں کی عورتوں کو اٹھا کر لے جاتے۔ ان کی ازدواجی زندگی کے بارے میں سبط حسن لکھتے ہیں:

> "ایک دلچسپ روایت کے مطابق شہر محاز تھا کہ اپنی بیوی یا بیویوں میں سے ایک کو خواہ وہ بیاہتا ہو یا کنیز کسی دوسرے شخص کو جو انقلاب روزگار سے محتاج ہو گیا ہو۔ اس غرض کے لیے دے دے کہ وہ اس سے کسب معاش کے کام میں مدد لے۔"(۱۰)

مزدک برابری کا درس دیتا جسکی وجہ سے موبدان اور وزرگان اس کے خلاف ہو گئے۔ مزدک نے اپنی تعلیم عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے ایک کتاب "زند" لکھی۔ جسے ماننے والوں کو "زندیک" کہا جاتا۔ مزدک موبدوں کی مخالفت کرتا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ وہ عوام کو محکوم بنا کر رکھتے ہیں۔ اسی لیے مزدک کو اصل سوشلسٹ قرار دیا گیا۔ شاہ محمد مری اپنی تصنیف "مزدک" میں لکھتے ہیں:

> "مزدک اور اس کے معتدین کو جائز طور پر انسان کے پہلے اصل سوشلسٹ قرار دیا جاتا ہے جو کہ سب کی بھلائی کی خاطر جائیداد اور محنت کو ساری کمیونٹی میں مشترک قرار دیتے تھے۔"(۱۱)

قباد بادشاہ مزدک کے حق میں تھا لیکن امراء مزدک اور مزدکیت کی مخالفت کرتے۔ اسی بنا پر قباد کو قید کر کے ایک ایسی جگہ پر چھپا دیا گیا جس کا نام لینا بھی منع تھا۔ جسے "قلعۂ فراموشی" کہتے تھے۔ قباد کی زن پادشائی اسے آزاد کروانے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن قباد ہمیشہ عورتوں کو نیچ اور کم ذات سمجھتا تھا اس دور کی روایت تھی کہ عورت ہمیشہ غلام ہی ہونی چاہیے۔ ناول نگار فیمنسٹ ہونے کی وجہ سے عورت کے حق میں آواز اٹھاتی ہیں:

"عورت کسی کی ملکیت نہیں۔"(۱۲)

قباد کے بعد اس کا بیٹا خسرو نوشیرواں تخت سنبھالتا ہے اور ہمیشہ کے لیے مزدکیت کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ "قلعہ فراموشی" کے سامنے مزدک اور اس کے پیروکاروں کو قتل کر کے زمین میں گاڑ دیا۔ اس قلعے کے چاروں طرف مزدکیت کو ماننے والوں کی ٹانگیں اگی ہوئی نظر آنے لگیں۔

فہمیدہ ریاض اردو کی ایک ممتاز مصنفہ جو اپنے جرات مندانہ خیالات اور انقلابی ادبی تصانیف کے حوالے سے مقبول ہیں۔ اُن کی بیشتر تصانیف خاص طور پر اُن کے ناول سیاسی، سماجی اور تاریخی شعور کے دائرے میں آتے ہیں۔ ان کے ناولوں کو بالخصوص جنوبی ایشیا کے پیچیدہ سماجی و سیاسی منظر نامے کے تناظر میں سماجی مسائل اور انسانی حالت کی غیر متزلزل تصویر کشی مانا جاتا ہے۔ فہمیدہ ریاض کے ناول ایک مضبوط سیاسی پس منظر سے جڑت رکھتے ہوئے ان کے تجربات اور نظریاتی موقف کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ آمرانہ حکومتوں کی آواز پر تنقید کرنے والی اور جمہوری نظریات کی حامی تھیں۔ اُن کے ناول اس زمانے کے سیاسی اتار چڑھاؤ میں مزاحمت اور آزادی کی جدوجہد کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو کسی حد تک عجلت کے احساس و عمل کی دعوت سے لبریز ہوتے ہوئے قارئین کو اپنے معاشرے کی سیاسی حرکیات پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں فہمیدہ ریاض کے ناول ان کے گہرے سماجی شعور کا بھی منہ بولتا ثبوت ہیں۔

انھوں نے صنفی عدم مساوات، پدرانہ نظام، اور خواتین کی خواہش کو دبانے جیسے مسائل کو دلیری سے پیش کیا۔ اُن کے کردار اکثر ایسی خواتین ہیں جو معاشرتی اصولوں کو چیلنج کر کے اپنے حقوق اور خود مختاری کے لیے لڑتی ہیں، اگرچہ اپنے ناولوں کے ذریعے، فہمیدہ ریاض نے سماجی اصلاح اور خواتین کو بااختیار بنانے کی ضرورت کے پیشِ نظر خاموش اور پسماندہ لوگوں کو آواز دی۔ تاہم، فہمیدہ ریاض کے ناول اُن کے گہرے تاریخی شعور کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اپنے ناولوں میں تاریخی داستانوں کو مہارت سے بُنتے ہوئے ایک ایسا پس منظر فراہم کرتی ہیں جو عصری مسائل کی تفہیم میں تقویت بخشتا ہے۔ ان کے ناول اکثر ہندوستان و پاکستان کے درمیان موجود تاریخی کشیدگی کی عکاسی کرتے ہوئے شناخت، قوم پرستی، اور برصغیر کے مشترکہ ثقافتی ورثے کے موضوعات کی تلاش معلوم ہوتے ہیں۔ الغرض اُن کے ناول سیاسی، سماجی اور تاریخی شعور کی ایک طاقتور کھوج ہیں، جو جنوبی ایشیا کے لوگوں کی جدوجہد اور خواہشات کو آئینہ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ایسی بصیرتیں پیش کرتے ہیں جنھیں لازوال اور موجودہ دور سے ہم آہنگ قرار دیا جا سکتا ہے۔ گویا اُن کے ناول قارئین و مصنفین کی نئی نسلوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اپنے وقت کے اہم مسائل سے عزم و یقین کے ساتھ نبرد آزما ہونے کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عذرا لیاقت، بیسویں صدی کی نمائندہ افسانوی نثر نگار خواتین ایک تنقیدی تذکرہ، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے ایم فل اُردو، ۲۰۰۳ء تا ۲۰۰۵ء، ملتان، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ص:۱۴۲

۲۔ فہمیدہ ریاض، ہم لوگ، کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۲۰۱۳ء، ص:۹

۳۔ ایضاً ص:۲۹

۴۔ ایضاً ص:۱۵۹

۵۔ حمیرا اشفاق، فہمیدہ ریاض ناول نگار، (مضمون، مشمولہ، ادب ساز، شمارہ 3، (اپریل تا جون ۲۰۰۷ء: ص:۱۳۴

۶۔ شاہ محمد مری، ایک چھوٹی سی کتاب کی دیوانی: فہمیدہ ریاض، کوئٹہ، انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشن ۲۰۱۴ء، ص:۸۷

۷۔ مظہر جمیل، سید، آشوب سندھ اور اردو فکشن، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۰۷ء، ص:۴۴۲

۸۔ شاہ محمد مری، ایک چھوٹی سی کتاب کی دیوانی، فہمیدہ ریاض، ص:۸۹

۹۔ محمد یوسف خان، پروفیسر، تقابل ادیان، لاہور، بیت العلوم، س۔ن، ص:۱۳۷

۱۰۔ سبط حسن، موسیٰ سے مارکس تک، کراچی، مکتبہ دانیال ۱۹۷۷ء، ص:۱۲۰

۱۱۔ شاہ محمد مری، مزدک، کوئٹہ، سنگت اکیڈمی، ۲۰۱۸ء، ص:۳۳

۱۲۔ فہمیدہ ریاض، قلعۂ فراموشی، کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۷ء، ص:۱۲

References in Roman script:

1. Azra Liaquat, Beeswen Sadi ki Numainda Afsani Nasr Nigaar Khawateen, Unpublished Research Thesis for M.Phil Urdu 2003-2005, Multan: Bahauddin Zakariya University, p:142.
2. Fahmida Riaz, Hum Log, (Karachi: Oxford University Press 2013, p:9.
3. Ibid p: 29.
4. Ibid p: 159
5. Humira Ashfaq, Fahmida Riaz Novelist, Adab Saaz, Issue 3, April-June 2007,p: 134
6. Shah Muhammad Marri, Aik Choti si kitab ki Dewani: Fahmida Riaz, (Quetta: Institute of Research and Publication, 2014, p:87.
7. Mazhar Jameel, Syed, Ashob Sindh aur Urdu Fiction ,Karachi: Akademi Faqir 2007, p: 442.
8. Shah Muhammad Marri, Aik Choti si kitab ki Dewani, Fahmida Riaz, p: 89
9. Muhammad Yusuf Khan, Prof. Taqabul e Adiyan, Lahore: Baitul Uloom, S.N, p.137.

10. Sabbat Hasan, Mosa say Marks tak, Karachi, Maktaba Daniyal 1977, p: 120.

11. Shah Muhammad Marri, Mazdak,Quita, Sangat Academy, 2018, p:33

12. Fahmida Riaz, Qalaa Faramoshi, Karachi, Oxford University Press 2017, p.:12